THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

قرآن وسنت کی روشنی میں قضاء(عدلیہ)کے اختیارات کا تحقیقی مطالعہ

A Research Study of the Powers of the Judiciary in the Light of the Qur'an and Sunnah

Noor Wali Khan
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
Imperial College of Business Studies, Lahore
noorwali287@gmail.com

Dr. Javed Iqbal
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
Imperial College of Business Studies, Lahore

Abstract:
This study explores the concept, scope, and authority of the judiciary in Islam as derived from the Qur'an and the Sunnah. The Islamic judicial system is founded on the principles of justice, equality, and accountability, ensuring the protection of individual rights and the establishment of social harmony. The research highlights that the primary duty of the judiciary is to resolve disputes with fairness and impartiality while strictly adhering to divine guidance. Through an analytical examination of Qur'anic verses and Prophetic traditions, this study demonstrates that the judiciary in Islam possesses independent authority to administer justice, interpret legal matters, and implement laws without discrimination or external pressure. It also emphasizes the moral and ethical responsibilities of judges, including integrity, knowledge, wisdom, and fear of Allah. Furthermore, the study discusses the limitations of judicial power, stressing that judges must operate within the framework of Shariah and avoid personal bias or misuse of authority. The findings show that the Islamic concept of judiciary is not merely a legal institution but a moral system designed to ensure justice, protect human dignity, and maintain social order.
Keywords: Power; Judiciary; Qur'an and Sunnah

عرف عام میں قضاء کے لیے لفظ عدلیہ استعمال کیا جاتا ہے۔ عدلیہ اسلامی ریاست کا دوسرا بڑا استون ہے عدلیہ یا قضا کا مطلب ایک ایسا ادارہ جو اسلامی ریاست میں مجلس شوری کے قوانین کی توضیح کرتا ہے اور اس کی نگرانی کرتا ہے اور مجلس شوری کے فیصلوں کی عدم اطاعت کی صورت میں مختلف سزائیں متعین کرتی ہے لفظ قضا عربی زبان میں کئی معنوں میں مستعمل ہے جس میں ایک معنی یہ ہے کسی کام کا ختم ہو جانا یا ادا کر دینا یا کوئی کام مکمل کر دینا قضا کے یہ معنی قران مجید کی چند ایات سے ماخوذ ہیں جیسے کہ فاذا قضیت الصلاہ یعنی جب نماز ادا کر دی جائے۔ دوسری جگہ پر ختم اور فارغ ہونے کے معنی میں یوں استعمال ہوا ہے قضي الامر یعنی کام ختم ہو گیا اور لوگ اس سے فارغ ہو گئے۔ اسی طرح اذا قضی امرا یعنی جب اللہ تعالی کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے، یہاں پر لفظ قضا ارادے کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ ابن منظور الافریقی قضا کی لغوی تعریف کے بارے میں یوں کہتے ہیں۔

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

قضاء کا لفظ لغت میں قضاء يقضى سے مصدر کا صیغہ ہے اصل میں یہ قضایٔ تھا عربی زبان کے قاعدے کے مطابق قضائی لفظ کے ی کو حمزہ سے بدل دیا۔قضاء يقضي قضاء سے اسم فاعل کا صیغہ آتا ہے اس کے معنی ہیں حکم کرنا اور فیصلہ کرنا۔ (1)

قضاء کی تعریف کے بارے میں امام کاسانی رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے۔

القضاء هو الحكم بين الناس بالحق والحكم بما انزل الله عز وجل (2)

"قضا کے معنی ہے لوگوں کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کرنا اور قانون کے مطابق فیصلہ کرنا جو اللہ تعالی نے نازل کیا ہے"

قضا یا عدلیہ کی بہت سی تعریفیں کی گئی ہیں ان میں سے مشہور ترین اور جامع تعریف جو ڈاکٹر محمود احمد غازی نے کی ہے وہ قابل تحسین ہے لہذا وہ لکھتے ہیں۔"قضا سے مراد خالق و مخلوق کے مابین واسطہ بن کر کتاب و سنت کے ذریعے مخلوق کے مابین خالق کے اوامر و احکام کو ادا کرنا، نیز قضا سے مراد دو یا زیادہ متنازعہ فریقوں کے مابین اللہ تعالی کے حکم کے مطابق جھگڑا ختم کرا دینا، یا کسی واقعہ میں اس شخص کے لیے حکم شرعی کو واضح کرنا، جس پر اس معاملے میں اس حکم شرعی پر عمل کرنا فرض ہو جائے۔ (3)

عادل، حکم اور قضا یہ اپس میں مترادفات کے طور پر مستعمل ہیں۔

مذکورہ بالا تعریفات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ قضا کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جھگڑوں کو ختم کر دیا جائے مقدمات کو نپٹا دیا جائے اور ساتھ ہی فریقین کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے اس کے علاوہ لوگوں کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کرنا اور قانون کے مطابق فیصلہ کرنا یہ بھی قضا کے مفہوم میں آتا ہے۔

قرآن مجید میں ایک جگہ قضا یا عدلیہ کے لیے لفظ حکم استعمال ہوا ہے، جیسے کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

انا انزلنا اليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما اراك الله ولا تكون للخائنين خصيما (4)

یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے تا کہ خدا کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرو اور دیکھو دغا بازوں کی اہمیت میں کبھی بحث نہ کرنا۔

ایک اور جگہ پر قضا کے لیے حکم کا لفظ بولا گیا ہے۔

يا داوود انا جعلناك خليفه في الارض فاحكم بين الناس بالحق ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله ان الذين يضلون عن سبيل الله لهم عذاب شديد بما نسوا يوم الحساب (5)

ترجمہ:"اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں خدا کے راستے سے بھٹکا دے گی جو لوگ خدا کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب تیار ہے اس لیے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا۔"

---

[1]۔ ابن منظور الافریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، طبع اول، دار صادر، بیروت، بدون تاریخ، ج:1

[2]۔ کاسانی علاؤالدین، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، نشر دار الکتب العلمیہ، طبع، 1406ھ، ج:7ص:2

[3]۔ ڈاکٹر، غازی، محمود احمد، ادب القاضی، نشر، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، طبع، 1993ص:187,188

[4]۔ النساء، 4:105

[5]۔ ص:38:26

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

سورہ ص کی اس آیت کریمہ میں ایک طرف قضا کے لیے لفظ حکم مستعمل ہوا ہے اس کی دلیل ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اس ایت کریمہ میں اللہ رب العزت نے حضرت داؤد علیہ السلام کو خلافت الہی اور نیابت کی ذمہ داریوں کے بارے میں بتایا اور ساتھ ہی عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کی ترغیب دی یہاں سے اسلامی ریاست میں محکمہ قضا یا عدلیہ کی اہمیت کا سبق ملتا ہے کیونکہ جب تک عدل و انصاف کی بنیاد پر اسلامی ریاست میں فیصل نہیں ہوں گے مجلس شوری چاہے کتنی ہی بہترین قوانین بنالیں جب تک ان قوانین کی رکھوالی نہ ہو اور ان کے لیے عدل و انصاف کے اصولوں پر فیصلے نہ ہوں تو شور کا نظام اور اسلامی ریاست کا نظام درست طریقے سے چل نہیں سکتا۔اس کے ساتھ ساتھ سورہ مائدہ میں لفظ حکم اور عادل دونوں استعمال ہوئے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعم ما یعزکم بہ ان اللہ کان سمیعا بصیرا[6]

ترجمہ:"اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو خدا تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے بے شک خدا سنتا اور دیکھتا ہے"۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ عدلیہ کا اصل کام اور فرض یہ ہے کہ وہ عدل و انصاف کا بول بالا کر دے معاشرے میں انصاف کو فروغ دے انصاف سے مراد دو فریقین کے درمیان کسی معاملے کو حل کر دینا برابری کی بنیاد پر جبکہ انصاف کا مفہوم اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔عدل کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ جتنی صلاحیت ہے اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے یا جتنا حق بنتا ہے ایسے ہی فیصلہ کیا جائے یا جو عقل اور فطرت کے قریب ہو اس اس اصول پر فیصلہ کیا جائے قران مجید میں قضا کے لیے عدل کا لفظ بھی بولا گیا ہے جیسے سورۃ النحل میں ارشاد باری تعالی ہے۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذي القربى وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغي یعظکم لعلکم تذکرون (7)

ترجمہ: خدا تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو خرچ سے مدد دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے اور تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ایت مذکورہ میں اللہ رب العزت حکم دیتا ہے انصاف اور عدل کو قائم کرنے کا یعنی محکمہ قضا یا عدلیہ کا ادارہ اسلامی شرعی ریاست میں فرض کا درجہ رکھتی ہے یہ یعنی اس کے بغیر ریاست قائم ہی نہیں ہو سکتی یہ ریاست کا جزو لاینفک ہے اس کے بغیر ریاست کے باقی ادارے ناکام ہو جاتے ہیں اور ریاست کے رعایا بھی زندگی کی معیاری سہولتوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ایک اور جگہ پر اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

یا ایہا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ہو اقرب للتقوی واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون[8]

ترجمہ:"اے ایمان والو ہو جاؤ تم قائم رہنے والے اللہ تعالی کے لیے اس حال میں کہ تم گواہی دینے والے ہو انصاف کے ساتھ اور نہ آمادہ کرے کسی قوم کی دشمنی کہ تم انصاف کرنا چھوڑ دو انصاف کرو کہ یہ تقوی کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالی خوب خبر رکھتا ہے ان باتوں کی جو تم کرتے ہو۔"

---

[6] ۔المائدہ:5:58

[7] ۔النحل:16:90

[8] ۔المائدہ:8:5

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

سورۃ المائدہ کی آیت کریمہ میں ایک طرف اللہ تعالی عدل و انصاف کو قائم کرنے کا حکم دے رہا ہے اور ساتھ ساتھ اس کی اہمیت بھی بتا رہا ہے کہ عدل و انصاف اس حد تک ضروری ہے کہ اگر مد مخالف دشمن ہے اور اس کے ساتھ اپ کا بہت زور عناد اور دشمنی ہے لیکن دشمن کے ساتھ بھی عدل و انصاف کے ساتھ معاملات طے کرنا ہے گویا کہ نظام عدالت میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ جس کے حق میں فیصلہ کیا جاتا ہے وہ عزیز ہے رشتہ دار ہے دوست ہے یا دشمن ہے غرض عدلیہ کا حسن عدل و انصاف کا قیام ہے قران مجید میں اس کے لیے بعض دفعہ لفظ القسط استعمال ہوا ہے بعض جگہوں پر میزان کا لفظ استعمال ہوا ہے لہذا عدل و انصاف کا قیام قضا یا عدلیہ کی شان ہے اب ایک ایسی صورت بنتی ہے کہ جس میں دو فریق اپس میں عدالت کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہتے وہ باہم کسی صاحب کو اپنا حکم مانتے ہیں تو اس بارے میں بھی اللہ رب العزت نے واضح طور پر رہنمائی بیان فرمائی ہے۔ اشارے باری تعالی ہے۔

وان خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من اهله وحكما من اهلها ان يريد اصلاحا يوفق الله بينهما ان الله كان عليما خبيرا

ترجمہ: "اور اگر تم کو خوف ہو ان دونوں کی اپس میں مخالفت کا پس کھڑا کرو ایک فیصلہ کرنے والے کو مرد کے خاندان سے اور ایک فیصلہ کرنے والا عورت کے خاندان سے اگر یہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالی ان کے درمیان توفیق دے گا بے شک اللہ تعالی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

آیت مذکورہ کا یہ مطلب ہے کہ اگر فریقین میں سے کسی معاملے پر وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پاتے اور اپس میں مشاورت کے بعد کسی تیسرے بندے کو ثالث مقرر کرتے ہیں تو ان کا یہ فیصلہ بھی شریعت کے مطابق ہے شریعت کے مخالف نہیں ہے۔ عدلیہ کا مقصد قیام عدل ہے اور عدل کا قیام اللہ کے نزدیک بہت ضروری ہے تقریبا قران مجید کے ہر سورت کے اندر عدل و انصاف کے قیام کی بات کی گئی ہے کسی نہ کسی زاویے سے چند سورتوں اور آیات کے حوالے دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ سورۃ النساء کی آیت نمبر 35 سورہ مائدہ کی آیت نمبر 44 اور 45 اور 47 اور 42 میں اسی طرح سورہ شوری کی ایت نمبر 42 میں اور ایت نمبر 15 میں اسی طرح سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 29 میں اور سورہ مائدہ کی آیت نمبر 48 میں سورہ ص کی آیت نمبر 26 میں اور سورہ نساء کی آیت نمبر 135 میں عدلیہ کی قیام اس کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔

منصب عدالت اور منصب قضا بہت اہم کام ہے لیکن جتنا یہ اہم کام ہے اتنا ہی مشکل کام بھی ہے اس وجہ سے اس کام کی فضیلت بھی بہت زیادہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔

القضاء ثلاثه واحد في الجنه واثنان في النار فاما الذي في الجنه فرجل عرف الحق فقضى به ورجل عرف الحق فجار في الحكم فهو في النار ورجل قضاء للناس على جهل فهو في النار قال ابو داوود وهذا اصح شيء فيه يعني حديث ابي برده ثلاثه [9]

ترجم: "قاضی تین قسم کے ہیں ایک جنت میں اور دو قسمیں جہنم میں جائیں گی پس جو جنت میں ہو گا وہ قاضی جنہوں نے حق کو پہچانا اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا اور وہ قاضی جو حق کو پہچانے کے باوجود فیصلے میں ظلم کرے وہ جہنم میں جائے گا اور وہ قاضی جس نے لوگوں کے لیے جہالت کے ساتھ فیصلہ کیا وہ بھی جہنم میں جائے گا"۔

گویا قاضی بن جانا ایک طرف اگر اللہ تعالی کی رحمت ہے اور جنت کے حصول کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف قضا کے تقاضوں کو پورا نہ کرنے کے بدلے میں جہنم کی اگ بھی ہے۔ اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان ذیشان ہے حضرت بریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو منصب خضا پر مقرر کیا گیا اس کو گویا بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔

[9] السا جیستانی، سنن ابی داوود، باب القاضي يخطي، رقم الحدیث:3575

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

حدیث پاک میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ منصب قضا گویا کہ ایک طرح رضائے الہی کے حصول کا سبب ہے تو دوسری طرف ہلکی سی غفلت اور کمی بیشی کے نتیجے میں اس کا نقصان بہت سخت ہو سکتا ہے قاضی کا محاسبہ بہت سخت ہوتا ہے اس حدیث میں جو بات بیان کی گئی ہے کہ گویا کہ اس شخص کو بغیر چھری کے ذبح کیا گیا یعنی کہ منصب قضا عام ادمی کا کام نہیں ہے اس کے لیے بہت بڑے دل والے ادمی کی ضرورت ہوتی ہے اور بہت ہی زیرک اور مدبر شخص کی ضرورت ہوتی ہے اور بہادر شخص کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت ہے وہ فرماتی ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے روز قاضی عادل کو بلایا جائے گا اور اس کو اس قدر سخت محاسبہ کا سامنا کرنا پڑے گا کہ وہ تمنا کرے گا کہ کاش کبھی وہ دو آدمیوں کے درمیان ایک کھجور کا بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک طرف قضا کا منصب باعث سعادت ہے لیکن دوسری طرف ذمہ داری بھی بڑی ہے اسی وجہ سے اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا کہ قضا کے منصب کے حصول کی خواہش نہ کیا کرو۔ اس بارے میں حضرت ابو موسی عشر رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت نقل کی جاتی ہے حضرت ابو موسی عاشر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میری قوم کے دو ادمی اپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دو ساتھیوں میں سے ایک نئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں کوئی عہدہ عطا فرمائے اور دوسرے نے بھی ایسے ہی درخواست کی اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم اس کام میں یعنی عدالتی امور میں کسی ایسے شخص کو مقرر نہیں کرتے جو خود اپنے لیے اس کام کا طلب رکھتا ہو یا اس منصب کا لالچ رکھتا ہو (10)

عدلیہ کی تشکیل

اسلامی ریاست میں عدلیہ کا بہت اہم مقام ہے چونکہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس مجلس شوری کے سربراہ تھے، عدلیہ کے سربراہ تھے اور انتظامیہ کے بھی سربراہ تھے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سربراہی اور منصب قضا پر فائز ہونا مجلس شوری کے سربراہ کی حیثیت پہ فائز ہونا یا انتظامیہ کے سربراہ ہونا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی خواہش نہیں تھی بلکہ وحی الہی کا منشاء تھا یعنی یہ اللہ تعالی کا حکم تھا اور یہ نبوت کے مقاصد میں سے بھی تھا جیسے کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے

هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله

یعني یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے دنیا میں اس لیے بھیجا کہ وہ دین اسلام کو باقی ادیان پر غالب کرے دوسری جگہ پر اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے۔

هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلو عليهم اياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة۔ یعنی اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ بتایا ہے کہ آپ کتاب قران مجید کی تعلیم دیں گے امت کا تزکیہ نفس کریں گے انہیں حکمت کی تعلیم دیں گے اور ساتھ اس دن متین کے غلبے کی بھی کوشش کریں گے۔

گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقام منصب نبوت کا تقاضا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وقت میں ریاست کے تینوں ستونوں کے سربراہ رہے لیکن ان تمام معاملات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی مشاورت رکھی دینی امور میں، عسکری امور میں، سفارتی امور میں، معاشرتی امور میں، سماجی امور میں، غرض تمام معاملات میں صحابہ کرام کے مشاورت حاصل کی اور ان کی یہ مشاورت بھی حکم الہی تھا۔ گو کہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلامی ریاست کا آغاز ہوا تھا لیکن آپ ہی کے مبارک عہد میں اسلامی ریاست کے حدود بڑھتے گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

[10] ۔ طیالسي ابو داوود سلیمان بن داوود بن الجارود مسند ابي داوود الطیالسي باب الافراد عن عائشۃ رقم الحدیث 1650

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3 No.4 2025
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

اپنے سفراء کو بھیجواتے رہے اور ان سفراء سے مشاورت بھی کرتے رہے اور انہیں احکامات بھی لکھواتے رہے لہذا یہ بات ظاہر ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں ہی عدلیہ کی تشکیل کا مرحلہ شروع ہو گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف صحابہ کرام کو مختلف وفود کی صورت میں مختلف گورنروں کے پاس بھیجا اور ان سفیروں کو باقاعدہ طور پر حکم نامے بھی جاری کیے گئے تھے جن میں عدل و انصاف کے قیام کا واضح حکم دیا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد کے بعد صحابہ کرام کے زمانے میں بھی یہی معمول رہا اور باقاعدہ قاضی القضاء کا تقرر کیا جاتا رہا۔ اسلامی ریاست کا یہ بھی خاصہ ہے کہ جس طرح اسلامی ریاست کے سربراہ یعنی امیر المومنین کا تقرر اہلیت، صلاحیت اور قابلیت کی بنیاد پر ہوتا رہا۔ اسی طرح قاضی القضاء کا تقرر بھی اہلیت، قابلیت اور صلاحیت کی بنیاد پر کیا جاتا۔ علامہ کاسانی رحمہ اللہ قاضی القضا کے تقرر کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

فنصب القاضي فرض لانه ينصب لاقامه امر مفروز وهو القضاء ولان نصب الامام الاعظم فرض بلا خلاف بين اهل الحق ومعلوم انه لا يمكنه القيام بما نصب له بنفسه فيحتاج الى نائب يقوم مقامه في ذلك وهو القاضي ولهذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يبعث الى الافاق قضاه وقد سماه محمد فريضة محكمة [11]

ترجمہ: قاضی مقرر کرنا فرض ہے اس لیے کہ اس کا تقرر دوسرے فرض کی ادائیگی کے لیے کیا جاتا ہے، اور وہ ہے فیصلہ کرنا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ امام اعظم یعنی خلیفہ وقت کا تقرر فرض ہے اور اس کے فرض ہونے میں اہل حق کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، ظاہر بات ہے کہ خلیفہ اپنے فرائض منصبی تنہا ادا نہیں کر سکتا، اس لیے لازماً اس کو نائب کی ضرورت پڑے گی، جو اس فرض کی ادائیگی میں اس کا قائم مقام ہو اور یہ نائب قاضی ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف علاقوں میں قاضی بھیجا کرتے تھے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے قضا کو ایک محکم فریضہ کا نام دیا ہے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عہد میں مختلف مقامات علاقوں کے اعمال کو عدالت احکامات بھجوایا کرتے تھے کاسانی کے اس قول سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ قاضی القضا کا تقرر سربراہ مملکت کا فریضہ ہوتا ہے اور یہ فریضہ صلاحیت اہلیت کی بنیاد پر پورا کیا جاتا ہے مملکت کے سربراہ کی ذمہ داری اس لیے ہے کہ چونکہ اسلامی ریاست میں سربراہ مملکت مجلس شوری یعنی مقننہ عدلیہ اور انتظامیہ تینوں کا ایک ہی وقت میں جواب دے ہوتا ہے اس لیے اس کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ عدلیہ کے لیے عدالت پسند قاضیوں کا تقرر کریں اور اسی طرح انتظامی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے بہترین اعمال کا تقرر کریں یہ اس کے فرائض منصبی کا تقاضہ ہے کیونکہ سربراہ مملکت کو اس لیے منتخب کیا جاتا ہے کہ وہ عوام کے حقوق کا رکھوالا ہوگا اور عوام کے حقوق تب پورے ہو سکتے ہیں جب سربراہ مملکت عادل قاضی القضا کا تقرر کریں۔

اسلامی تاریخ سے اس بات کی بھی مثالیں ملتی ہے کہ اگر کسی علاقے پر سربراہ مملکت براہ راست حکمران ہے اور وہاں کی عوام تک براہ راست وہ عدالت پہنچ انصاف فراہم کر سکتے ہیں تو اس مقصد کے لیے وقت کے امیر المومنین اسی وقت جج اور عدلیہ کے سربراہ کی حیثیت سے بھی فیصلے فرمایا کرتے تھے لیکن یہ بہت ابتدائی درجے کی بات ہے ابتدائی درجے کی مثالیں ہیں حقیقت میں سربراہ مملکت اکیلے تمام کام سرانجام نہیں دے سکتا لا محالہ اس کے لیے مشیروں اور اعمال کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔

سربراہ مملکت کے علاوہ قاضی القضا کا تقرر کون کر سکتا ہے اس بارے میں ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ نے بڑی پر مغز گفتگو کی ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ عوام کسی طریقے پر بھی اپنے لیے قاضی کا تقرر نہیں کر سکتے یہ ذمہ داری سربراہ مملکت کی ہے اگر کوئی ایسا صوبہ یا علاقہ ہے یا ضلع ہے کہ

[11]۔ کاسانی، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج:7،ص:2

جہاں پر اسلامی ریاست کا نائب یا نگران مقرر نہیں ہوا ہے اس سورت میں اگر فریقین وہاں پر کسی کو قاضی القضا مقرر کر دیں تو بھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قاضی القضاء کو فیصلہ کرنے کا اختیار کس نے عطا کیا ہے کیونکہ یہ فیصلے کا اختیار مجلس شوری یا اولی الامر کا کام ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کی ایک صورت یہ بتائی ہے کہ اگر کسی علاقے میں کوئی امام موجود نہ ہو تو اس صورت میں عوام اس علاقے کے قریب ترین دوسرے علاقے کے قاضی کی طرف رجوع کریں گے اس صورت میں پھر بھی وہ یعنی عوام خود قاضی کا تقرر نہیں کر سکتے اور اگر قریب ترین علاقے میں بھی کوئی قاضی یا امام نہ ہو اور اس صورت میں عوام نے اپنے طور پر کسی قاضی کا تقرر کر لیا تو اس کا فیصلہ باطل تصور ہو گا البتہ ایک صورت ایسی ہے کہ اگر عوام کسی علاقے یا ضلع یا صوبے میں قاضی کا تقرر کرتے ہیں بشرطیہ کہ عوام اس قاضی کے ہاتھ مضبوط کر لیں اور قاضی کو فیصلے کا اختیار دے دیں اور اس صورت میں یہ شرط ہے کہ اختیار دینے والے اہل حل و عقد ہوں اور وہ سب اس فیصلے پر متفق ہوں تو اس کی کوئی صورت بن سکتی ہے باقی صورتوں میں خود سے تقرر کرنا درست نہ ہو گا۔[12]

عدلیہ کی تشکیل کے حوالے سے ایک ضروری چیز جو ڈاکٹر محمود غازی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اچھی طریقے سے واضح کی ہے اور یہ وضاحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں کی ہے اس کے مطابق ریاست کے لیے عدلیہ کی تشکیل کی صورت میں اگر کوئی شخص ادارے قضا کی سربراہی کے لیے خواہش ظاہر کرتا ہے تو اس خواہش کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا ہے. اس بارے میں ڈاکٹر محمود احمد غازی نے حضرت موسی عصری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کردہ حدیث کو نقل کیا ہے۔

"حضرت ابو موسی اصاری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں اور میری قوم یعنی قبیلہ کے دو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ان دو ساتھیوں میں سے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمیں کوئی عہدہ عطا فرمائیے دوسرے نے بھی ایسے ہی درخواست کی اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم اس کام میں یعنی عدالتی معاملات میں کسی ایسے شخص کو مقرر نہیں کرتے جو خود اپنے لیے اس کام کا طلبگار ہو یا اس منصب کا لالچ رکھتا ہو۔[13]

حدیث مبارکہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ کام سربراہ مملکت کا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو نظام عدلیہ میں شامل نہ کریں جو خود اس کے خواستگار ہوں۔ اب یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں نظام عدالت کو چلانے کے لیے باصلاحیت لوگوں کا تقرر کیسے کیا جائے اس کے لیے رجل وقت طریقے کارہی درست ہے کیونکہ یہاں جو انتخاب کیا جاتا ہے وہ اہلیت صلاحیت اور میرٹ کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اور یہ خاص طور پر جانچا جاتا ہے کہ کیا جو شخص اپنی خدمات پیش کر رہا ہے یہ اس شعبے کا اہل ہے یا نہیں جس کے لیے ٹیسٹ اور انٹرویو رکھا جاتا ہے یہ رائج الوقت طریقہ وقت کا تقاضہ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وسائل اور مسائل کم تھے اب ابادی بڑھ گئی ہیں مسائل زیادہ ہو گئے ہیں اب وہ طریقے کار عملی طور پر ممکن نہیں ہے۔

قضاء کے وظائف وواجبات

محکمہ قضاء کے فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں اس پر گفتگو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حقیقت پر روشنی ڈالی جائے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک زمانے میں ریاست کے سربراہ ہونے کے ناطے مجلس شوری کے بھی سربراہ تھے اور ساتھ ہی صحابہ کرام کے بیچ انے والے روزمرہ کے مسائل اور معاملات کو سمجھانے کے حوالے سے وقت کے چیف جسٹس بھی تھے اور اسی طرح اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں صحابہ کرام کی نگرانی اور بعد میں مفتوحہ علاقوں کے والیوں اور اعمال کی نگرانی بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی فرمایا کرتے تھے یہ ایک

[12]۔ غازی، ڈاکٹر محمود احمد، ادب القاضی صفحہ:204،208

[13]۔ غازی، ڈاکٹر محمود احمد، ادب القاضی صفحہ:118

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.3 No.4 2025

حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے سے ہی اسلام کے عدالتی نظام کا اغاز ہو چکا تھا گویا کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں ریاست کے یہ تینوں ادارے موجود تھے لیکن اپ ہی کے مبارک زمانے میں ان تینوں اداروں کا وجود ملتا ہے جس کی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں اپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک زمانے میں قانون سازی بھی فرمایا کرتے تھے ویسے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتایا جاتا تھا لیکن بعض امور میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم قانون سازی کے لیے اجتہاد بھی فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کرام سے مشاورت بھی کرتے تھے تو یہاں سے ابتدا اور اغاز ہوتا ہے لیجیسلیشن یا مقننہ کا پھر اپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے درمیان خاص طور پر دیہاتی صحابہ کرام کے روزمرہ کے تنازعات کو بھی حل فرمایا کرتے تھے اور بعض مواقع پر اپنے والیوں کو بھی ہدایات جاری فرمایا کرتے تھے جیسے کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کو یمن کا گورنر بنایا گیا تو انہیں چند ہدایات دی گئی، جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کو جب یمن کا گورنر بنایا گیا تو ان سے سوال کیا گیا وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سے سوال کیا کہ جب آپ کو فیصلہ کرنا پڑے تو سب سے پہلے اپ کیا کرو گے جواب دیا یا رسول اللہ میں قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کروں گا فرمایا کہ اگر قران مجید سے آپ کو رہنمائی نہ ملے تو اس کے بعد کیا کرو گے فرمایا یا رسول اللہ میں سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کروں گا پھر پوچھا گیا کہ اگر وہاں سے بھی رہنمائی نہ ملی تو فرمایا کہ میں اپنی رائے سے یعنی اجتہاد کر کے فیصلہ کروں گا نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ۔[14]

اسی طرح حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالی عنہ کو مکہ کا والی بنایا گیا انہیں چند ہدایات دی گئی چونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس مدینہ میں موجود تھے تو اس لیے مدینہ کے معاملات خود دیکھتے تھے اور باقی معاملات والیوں اور نگران اور عمال کے ذریعے سے چلاتے تھے۔ اب بات کرتے ہیں اسلام کے عدالتی نظام کے فرائض اور واجبات اس سلسلے میں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ عدالتوں کے فرائض دو طرح کے ہوتے ہیں ایک ابتدائی فرائض ہیں اور ایک ثانوی فرائض ہیں ابتدائی فرائض میں سے یہ بات ہے کہ قضا یا عدلیہ کا اہم فرض یہ ہے کہ وہ عدل کو یقینی بنائیں اور تمام لوگوں کو بلا تفریق رنگ نسل مذہب علاقہ جغرافیہ عدل وانصاف مہیا کیا جائے اور یہ عدل وانصاف عدلیہ کے تمام عدالتوں میں میسر ہو عدالت چاہے چھوٹی ہو یا بڑی ہو سب میں عدل وانصاف کا چرچا ہو اس بارے میں اللہ رب العزت نے ایک بنیادی اصول ارشاد فرمایا ہے وہ یہ ہے

ان الله يامركم ان تعدوا الامانات الى اهلها واذا حكمتم بين الناس ان تحكموا بالعدل ان الله نعمه يعظكم به ان الله كان سميعا بصيرا[15]

ترجمہ: "بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بے شک اللہ تعالی تم ہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے"۔

آیتِ کریمہ کے اس حصے میں عدلیہ کی بہت بڑی ذمہ داری کے بارے میں بتایا گیا ہے اور وہ ہے امانت کے ذمہ داری یعنی عدل واہ انصاف ایک اسلامی ریاست کے پاس امانت ہے اور اس امانت کی صورتیں قولی، اقراری ،وعدہ، ذمہ داریاں ، اللہ کے حقوق ،بندوں کے حقوق ، یہ تمام امانتوں میں شامل ہیں ان سب امانتوں کو اس کے حقدار تک پہنچانا یہ امانت ہے اور یہی امانت عدلیہ کی ذمہ داری ہے۔ دوسرے درجے میں وہ فرائض ہیں جن کو ثانوی فرائض کہتے ہیں ان فرائض میں ابتدائی فرائض کے علاوہ تمام ذمہ داریاں شامل ہیں جس کی تفصیل یہ ہے

نمبر 1: حقوق کی پاسداری

14۔ اعلام الموقعین، مطبوعہ مصر، ج اول، صفحہ: 206

15۔ سورہ النساء 58

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

عدلیہ کا یہ فرض ہوتا ہے کہ شہریوں کے حقوق کا خیال رکھیں اور فریقین میں ناانصافی نہ کریں جس کا حق بنتا ہے اس کو اپنا حق دلا دے اور شہریوں کے تمام حقوق کی حفاظت کرے۔

نمبر: 2 انتظامی فرائض

میں یہ بات شامل ہے کہ عدالت کے لیے اہلکار مقرر کرنا سرکاری فرائض کی بروقت ادائیگی کو یقینی بنانا اموال کی حفاظت کرنا مشیرانہ فرائض کی انجام دہی کے علاوہ معاشرے میں انسداد جرم کرنا۔

نمبر: 3 تنازعات

معاملہ کسی بھی نوعیت کا ہو اسلامی ریاست میں عدالتوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ان تنازعات کو حل کریں۔

نمبر: 4 قانون سازی

اگر کسی مسئلے کی نوعیت ایسی ہے کہ جس میں ملکی قانون موجود نہیں ہے اور نہ ہی قرآن مجید اور سنت نبویہ سے کوئی واضح رہنمائی ملتی ہے تو عدالت انسانیت کی آسانیوں کو سامنے رکھ کر قانون سازی کرتی ہے تاکہ عدل انصاف کی بنیاد پر فیصلہ سنایا جاسکے۔

نمبر: 5 نکاح طلاق کے معاملات

اسلامی ریاست میں عدالتوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ان تنازعات جس کا تعلق شادی بیاہ کے ساتھ یا حق مہر کی ادائیگی کے ساتھ ہوتا ہے یا طلاق اور خلا اور حق زوجیت سے متعلق ہوتا ہے ان سے متعلق عدل انصاف پر مبنی فیصلہ سنا دے۔

نمبر: 6 فاترالعقول اور بچوں کی جائیداد کی حفاظت کرنا

اسلامی ریاست میں عدالتیں ایک نگران کی حیثیت رکھتی ہیں اس لیے ان کا فریضہ ہوتا ہے کہ ریاست میں ایسے بچے جو نابالغ ہوں یا ایسے افراد جن کا ذہنی توازن درست نہ ہو ان کے احوال اور ان کے جائیداد کی رکھوالی کرنا اور ان کے حقوق کو نبھانا بنیادی ذمہ داریوں میں سے ایک ہے اس کے علاوہ یتیموں کے احوال کی نگرانی کرنا اور ایسے لوگ جو بچوں کی زمینوں پر قابض ہوتے ہیں یعنی غاصب لوگوں کو سزائیں دینا اور یتیموں کی زمینوں اور املاک کی حفاظت کرنا یہ بھی ایک ذمہ داری ہے۔ اس کے علاوہ خانگی امور میں وارث کا سرٹیفیکیٹ جاری کرنا نابالغ یا چھوٹے بچوں کی جائیداد کی دیکھ بھال کرنا بچوں کا خرچہ مقرر کرنا یا جائیداد کا تصفیہ کرنا یہ تمام معاملات عدالت کے دائرے کار میں شامل ہیں اور اس کو نبھانا عدلیہ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

قضاء کے اختیارات

قرآن و سنت کی روشنی میں قضا کے اختیارات پر گفتگو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبارک زمانے میں قضا ایک مکمل طور پر الگ ادارہ نہیں تھا بلکہ یہ ایک ابتدا تھی وقت کے ساتھ ساتھ معاملات رونما ہوتے گئے اور ان معاملات کو سلجھانے کے لیے ذمہ داریاں بڑھتی گئی عہد خلفائے راشدین میں بھی کچھ معاملات ایسے تھے جن کا تعلق فوجداری معاملات سے تھا اور جن کا تعلق دیوانی معاملات سے تھا تو اکثر فوجداری معاملات میں اممال نگران یا خلفہ وقت فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے جبکہ عدلیہ کے ذمے ان فیصلوں کی تنفیض ہوا کرتی تھی غرض عہد خلفاء عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد خلفائے راشدین میں اصل اختیارات مدون نہیں کیے گئے تھے یہ بات ملحوظ خاطر رہی کہ رعایا میں سب کو انصاف برابر ملے اس میں کوئی مذہب رنگ یا جغرافی ہے کی بنیاد پر تفریق نہ ہو دوسری بات کہ کوئی فیصلہ قران مجید اور سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ کیا جائے تیسری بات کہ قانونی طور پر کسی بھی رعایا پر ظلم نہ کیا جائے لہذا اس اعتبار سے عدلیہ کے اختیارات کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ عدلیہ کے اختیارات سے متعلق ڈاکٹر محمود احمد غازی

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

رحمہ اللہ نے اس حوالے سے اپنی کتاب ادب القاضی میں بڑی پر معغز گفتگو کی ہے انہوں نے اپنی کتاب میں ایک زینہ شامل کیا ہے جس میں عدلیہ کے اختیارات کو درجہ بندی کے ساتھ تفصیل سے بیان کیا ہے جس کا لب لباب درج ذیل ہے۔

قاضی کو دو طرح کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں ایک عام اختیارات اور ایک خاص اختیارات خاص اختیارات قاضی کے عہدہ قضا کے اختیارات اور مسائل سے متعلق ہیں جبکہ عام اختیارات اس کی 10 قسمیں ہیں۔

نمبر:1 جھگڑوں اور تنازعات کا فیصلہ کرنا اگر مابہالنزاع امر جائزہے تو رضامندی و صلح کے ساتھ اور اگر امر واجب ہو تو قطعی کے ساتھ یعنی اگر کوئی ایسا معاملہ ہے کہ جس میں جائز چیز سے متعلق فریقین کے مابین نزاع ہے تو دونوں کے بیچ صلح وصفائی کے ساتھ اور رضامندی کے ساتھ نظام کو دور کیا جائے گا اور اگر کوئی ایسا معاملہ ہے کہ جس میں فیصلہ ضروری اور واجب ہے تو وہ فیصلہ حکم قطعی کے ساتھ ہو گا یعنی قران مجید یا سنت نبویت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ ہو گا اور وہ فیصلہ دونوں فریقین کو ماننا پڑے گا۔

نمبر:2 جب کسی شخص کا حق کسی دوسرے شخص پر ثابت ہو جائے اقرار یا شہادت کے ساتھ اور دینے میں تاخیر کرتا ہے تو قاضی کو اختیار ہو گا حق دلانے میں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وقت کے قاضی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جو فیصلہ کر لیا گیا شہادت کی بنیاد پر یا اقرار کی بنیاد پر تو اس میں تاخیر کی گنجائش نہیں ہو گی۔

نمبر:3 اپنے مال میں جنون اور بچپن کی وجہ سے جن تصرفات سے منع کیا جائے تو ان کے مالوں پر نگران قائم کرنا اور بے وقوف کے معاملات پر رکاوٹ قائم کرنا تاکہ مستحقین کا مال محفوظ رہے اور ان کے عقود سے احکام صحیح ہو سکیں۔

نمبر 4: اوقاف یعنی مالوں کی نگرانی کرنا اگر اوقاف کا کوئی جائز متولی موجود ہے تو وہ اس کی نگرانی کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اوقاف ایک ایسا معاملہ ہے محکمہ ہے جس کا اگر کوئی نگران موجود ہے تو وہ خود اس کی نگرانی کرے اگر نگران موجود نہیں ہے تو یہ بھی قاضی کے ذمہ داریوں میں سے ہے اور قاضی کو اختیار ہے کہ وہ اس کی نگرانی کرے۔

نمبر:5 وصیتوں کا نفاذ ان کی شرائط کے مطابق بشرط یہ کہ وصیت جائز امور میں ہو ممنوعات شرعیہ میں سے نہ ہو اگر وصیت معین لوگوں کے حق میں ہو تو اپنے اجتہاد کے ذریعے سے معین کر کے قبضہ کرادے قبضہ کے بعد وہ لوگ اس کے مالک ہو جائیں گے اگر وصیت کنندہ نے وصی مقرر کر دیا ہے تو اس کی نگرانی کرے ورنہ خود ہی انجام دے۔

نمبر:6 بیوہ اور عورتوں کے اگر ولی نہ ہو تو ان کا نکاح کرنا قاضی کے اختیار میں ہے۔ اس بارے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف الگ ہے وہ فرماتے ہیں کہ بے وقت خود اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ قاضی کو یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ مہلک اور متعدی امراض کے سبب سے نکاح کو فسخ کرنے کا حکم بھی کر سکتا ہے۔

نمبر:7 جن لوگوں پر حدود مستوجب ہیں ان پر حکم جاری کرنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مجرم ایسا ہے جس پر حد جاری ہو گیا ہے حد جاری کرنا واجب ہو گیا ہے اس بارے میں قاضی کو اختیار ہے کہ اس بارے میں حکم جاری کر دے۔

نمبر:8 قاضی کو اختیار ہے کہ وہ حکومت کے کاموں کا لحاظ رکھے اور کسی شخص کو راستے میں عمارت وغیرہ بنانے کی اجازت نہ دیں اور اگر کوئی بنالے تو اس کو منہدم کرنے کے احکامات جاری کر دیں۔

نمبر:9 قاضی کو اختیار ہے کہ وہ اپنے امین اور ماتحت لوگوں کی جانچ پڑتال کرے اور اچھے لوگوں کو اپنے عہدوں پر برقرار رکھیں

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

نمبر: 10 مقدمات کے فیصلہ کرتے وقت قاضی کو اختیار ہے کہ وہ کسی کبھی ساتھ نہ دے چاہے کوئی کمزور ہے یا طاقتور ہے کوئی شریف ہے یا کوئی بدمعاش ہے ان میں کوئی فرق نہ رکھے۔[16]

قضاء کے اصول اور ضوابط

اسلامی ریاست کا دوسرا بڑا ستون عدلیہ یا قضا کی امتیازی خصوصیات اور بنیادی اصول درج ذیل ہیں۔

عدلیہ کی آزادی اور خود مختاری عدلیہ کی ازادی سے مراد یہ ہے کہ قاضی تشریعیہ اور انتظامیہ کے ہر قسم کے اثر و رسوخ سے بالکل مبرہ ہو اور بالاتر ہو قاضی القضا اپنے فہم شعور اور ادراک کے مطابق شریعت کے تقاضوں کے اندر رہتے ہوئے فیصلہ کرتا ہے یوں تو اج کل کے دور میں عدلیہ کی ازادی کے حوالے سے فرانس کے قانوندان من ٹیکوں کا نام بار بار دہرایا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے عدلیہ کی ازادی اور انتظامیہ سے علیحد گی کا تصور دیا لیکن یہ حقیقت نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ اج سے 1400 سال پہلے اسلام نے عدلیہ کی ازادی کا درس دیا اور اس پر عملی نظام بھی۔ جس کی مثال حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا وہ خط ہے جو انہوں نے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنھا تھا جس کا لب لباب یہ ہے کہ مدعی علیہ اور مدعی دونوں کی نشست میں بھی فرق نہ ہو خط بڑا تفصیلی ہے لیکن اج کے دور میں عدلیہ کی روح کی حیثیت رکھتا ہے۔

قانون کی حاکمیت و بالاتری

اسلامی ریاست میں کوئی بھی شخص قانون سے بالاتر نہیں ہو سکتا قانون کی نظر میں سب برابر ہوتے ہیں چاہے وہ وقت کا حکمران ہو یا ادنی سار عایا کا بندہ ہو دونوں قانون کی نظر میں برابر ہوتے ہیں شریعت مطہرہ میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں خلفائے راشدین کے زمانے کی بات ہے کہ قاضی کی عدالت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ حاضر ہوتے ہیں۔ گو کہ قانون کی حکمرانی کے بارے میں پروفیسر البرٹ ڈائسین اپنی کتاب law of the constitution میں لکھتے ہیں کہ قانون کے تین پہلوہیں نمبر ایک یہ کہ کسی بھی فرد کو قانون کی خلاف ورزی کرنے پر عدالت مجاز کے سوا اور کوئی سزا دینے کا مستحق نہیں نمبر دو کوئی فرد خاک کسی بھی اعلی سے اعلی حیثیت کا حامل ہو قانون سے بالاتر نہیں نمبر تین فرد کے حقوق کا تحفظ دستاویز قانون سے نہیں بلکہ عدالت کے ذریعے سے ہوتا ہے لہذا عدالت کا فرض ہے کہ وہ ہر قسم کے خوف و عصر سے بے نیاز ہو کر قانون کے نفاذ اور عدل کے استقرار کا کام انجام دے ۔ اگر بغور شریعت کے بتائے ہوئے عدالتی نظام کا مطالعہ کیا جائے تو یہ تینوں اصول آج سے 1400 سال پہلے اسلام نے بتا دیے ہیں۔

انصاف کی مفت اور جلد فراہمی

اسلامی ریاست میں انصاف ہر شہری کا بنیادی حق ہے لہذا انصاف رسانی اور انصاف کی فراہمی میں کسی قسم کا معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا اسلام کا تصور ادلی یہ ہے کہ انصاف کے حصول کے سلسلے میں کورٹ فیس کوئی نہیں۔ اس کے علاوہ اسلامی نظام عدالت میں فیصلوں مقدمات کے فیصلوں میں تعجیل ہے سستی کاہلی اور دیر کی کوئی گنجائش نہیں اگر انصاف جلدی نہ ملے دیر سے ملے تو یہ بھی ظلم ہے یہ انصاف ہے ہی نہیں جب دیر سے ملے یہ انصاف کے روح کے خلاف ہے۔

انصاف کے تقاضوں کی تکمیل

اسلامی ریاست میں انصاف صرف ہوتا نہیں بلکہ انصاف کے اثرات زندگی کے ہر پہلو میں نظر اتے ہیں گویا کہ یہ انصاف کے تمام تقاضوں کی تکمیل ہے اور یہ تقاضوں کی تکمیل یہ وقت کے قاضی کا فرض ٹھہرایا گیا ہے اس سلسلے میں درج ذیل اداب اور ضوابط لائق التفات ہیں۔ عدالت میں قاضی نہ کسی کو سلام کرے اور نہ کوئی اسے سلام کرے۔ نمبر دو مقدمات کے فیصلے تنہائی میں نہ کرے بلکہ کھلی عدالت کا اہتمام کریں مقدم کو مخر اور مخر کو مقدم نہ

---

[16]۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، ادب القاضی، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 1993، صفحہ 358 تا 360

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

کرے۔ نمبر تین مقدمے کے فریقین کے ساتھ ہر معاملے میں یکساں برتاؤ کرے۔ ہدایہ و تحائف سے بالکل اعتراض کرے۔ غصہ بھوک اور جذباتی ماحول میں فیصلہ نہ دے۔ مدعی اور مدعلیہ دونوں کے بیانات سن کر فیصلہ دے۔[17]

قضاء کے معاون ادارے

اسلامی ریاست کا دوسرا اہم ستون قضا یا عدلیہ ہے۔ لیکن عدلیہ کا کام کسی حد تک اسان بنانے کے لیے اسلامی تاریخ میں کچھ معاون ادارے بھی ہوا کرتے تھے جس میں افطار یعنی فتوی نویسی حسب یعنی احتساب شرطہ یعنی پولیس کا محکمہ دیوان المظالم یہ چند ایسے ادارے ہیں جن کو ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب نے نیم عدالتی ادارے قرار دیا ہے ان اداروں کی تفصیل حسب ذیل ہیں۔

افتاء

نئے آنے والے مسائل سے متعلق قران وسنت کی روشنی میں کوئی فیصلہ صادر کرنا ادارہ افتاح کا کام ہے اور ادارہ افطار جو فیصلہ سنا دے اور اس کو فتوی کہتے ہیں اور فتوی دینے والے کو مفتی کہتے ہیں۔ مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزارنے میں بعض دفعہ مشکلات اتی ہیں مسائل اتے ہیں ان مسائل کو قران مجید اور سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اجماع اور قیاس کی بنیادی اصولوں کی روشنی میں حل کرنے کا نام افتتاح ہے افتاب ہی عدلیہ کا ایک حصہ ہے اور ایک اعتبار سے عدلیہ کا کام اسان کر دیتا ہے اس لیے اس کو نیم عدالتی ادارہ کہا جاتا ہے۔ اسلامی شریعت میں افتاح ایک باقاعدہ فن ہے اور اس کے باقاعدہ اصول اور ضوابط ہیں جو دینی مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں یہاں اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اتنا ضرور سمجھ لیجئے کہ منصب افتا پر فائز ہونے کے لیے فقہائے کرام نے چند شرطیں رکھی ہیں جس میں اسلام یعنی مفتی احکام خداوندی کی روشنی میں مسائل کا حل پیش کرتا ہو اس لیے اس کا مسلمان ہونا ضروری ہے نمبر دو بلوغت اور عقل، مفتی کے لیے فہم شریعت کے ساتھ ساتھ عقل سلیم اور تفقہ فی الدین اور بلوغت بھی ضروری ہے تیسری بات مفتی صاحب کے لیے عدالت کی خوبی سے متصف ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں فیصلہ صادر کرتا ہے اس لیے ان کی ذاتی زندگی میں بھی احکام شریعت کی جھلک اور عدل وانصاف نظر آنا چاہیے اور نمبر چار اجتہاد ہے مفتی صاحب کو چاہیے کہ پیش آمدہ مسائل کا شرعی حل پیش کریں اس میں ان کا ذاتی اجتہاد اور اجتہادی صلاحیت بھی ضروری ہے۔ نفاذ عدل میں افتاء کا بڑا کردار ہے اسلام کی نظر میں عدلیہ دو حقیقتوں کا مرکب ہے ایک یہ کہ لوگوں کے درمیان حقوق میں توازن اور تناسب قائم ہو دوسری بات یہ کہ ہر ایک کو اس کا حق بے لاگ طریقے سے دیا جائے اور اسلام کا دائرہ افتاء معاشرے میں عدل وانصاف کے ان دو حقیقتوں کو بدرجہ اتم پورا کرتا ہے۔

شرطہ

انسانی مشاہدہ اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ انسانی فطرت میں جنگ اور لڑائی جھگڑا شامل ہے جس کے نتیجے میں مزاج کے اندر تشدد اور جرائم کا مرتکب ہونا بھی پایا جاتا ہے اس کی پہلی مثال قابیل اور ہابیل ہیں جو دونوں میں بات قتل مقاتلہ تک پہنچ گئی چنانچہ یہ ثابت ہوا کہ معاشرے کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ظلم اور تشدد میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے، لہذا معاشرے میں ظلم تشدد اور بربریت اور جرائم کو کم کرنے کے لیے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو انسانوں کے ان بگڑے ہوئے جذبات اور رویوں کا تدارک کر سکے اس کے لیے ایک جماعت تیار کی جاتی ہے جس کو نظم و نسق کی جماعت یا پولیس کی جماعت کہا جاتا ہے یا عربی میں اس کو شرطہ کہا جاتا ہے۔ نفاذ عدل میں شرطہ کا بڑا اہم کردار ہے اس بارے میں شیر شاہ سوری کا قول ہے کہ ہر ایک انتظامیہ کا استحکام انصاف پر مبنی ہوتا ہے چنانچہ ادارہ شرطہ کا مقصد نظم معاشرہ میں توازن واعتدال کی برقراری، افراد کی کردار سازی اور اسلامی اقدار کا تحفظ ہے، اس کے

[17]۔ سید عبدالرحمن بخاری، اسلامی ریاست میں عدل نافذ کرنے والے ادارے، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، نسبت روڈ، لاہور، س ن، ص:22 تا26)

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

ساتھ ساتھ قضاء کے ذریعے مقدمات اور تنازعات کی تہہ تک رسائی، معاملات کی کھوج اور چھان بین اور عدل وانصاف کے تقاضوں کی تکمیل کرتے ہوئے صحیح اور درست فیصلوں پر پہنچ کر انہیں نافذ کرنے میں بھی شرطہ بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اس سلسلے میں محکمہ پولیس کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے نمبر ایک انسداد جرائم یعنی وقوع جرائم کی روک تھام، انسداد جرائم کے لیے بہترین ذریعہ پولیس کا گشت اور مشتبہ افراد کی مسلسل نگرانی ہے، نمبر دو انکشاف جرائم یعنی وقوع یافتہ جرم کا کھوج اور سراغ لگایا جائے اور جرم سے مجرم تک پہنچا جائے، نمبر تین تفتیش جرائم، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جرم اور مجرم کے باہمی تعلق میں کیا نسبت ہے؟ اور کیا شہادتیں ہیں؟ پیروی مقدمات مجرم کو قرار واقعی سزا دلانے سے ہی انسداد مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ یعنی مظلوم کی دادرسی دوسروں کے لیے درس عبرت، سوسائٹی کی تسکین کا سبب ہو سکتا ہے۔

حسبہ

مشہور و معروف فقیہ ابن الاخوۃ نے حسبہ کی تعریف یوں کی ہے۔

هو امر بالمعروف اذا ظهرت تركه ونهي عن المنكر اذا ظهر فعله واصلاح بين الناس [18]

غرض حسبہ ایک ایسا نگران ادارہ ہے جسے حکومت خاص کارندوں کے ذریعے سے چلاتی ہے اس ادارے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مذہب اور معاشیات کے دائرے میں افراد کی سرگرمیوں کی نگرانی کی جائے اسلام میں حسب کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ حقیقت میں یہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر جو دین کی حقیقی روح ہے یہ اس کی نگرانی اور حفاظت کے لیے بنایا گیا ادارہ ہے ادارہ حسبہ اسلامی ریاست کے اغاز ہی میں قائم کیا گیا تھا اور اس کے فرائض نبی کریم اپنے مبارک زمانے میں خود ہی سرانجام دیا کرتے تھے اور اس کی مثالیں یہ ہیں کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم وقتاً فوقتاً بازار کا چکر لگایا کرتے تھے اور کوئی نامناسب کام نظر آتا تو فوراً اس کی اصلاح فرمادیتے جب اسلامی ریاست کے حدود پھیل گئی اور ریاست وسیع ہوگئی تو یہ سلسلہ حضرت عمر فاروق مدینہ منورہ میں سرانجام دیا کرتے تھے اور مکہ مکرمہ میں حضرت سعید ابن العاص کو محتسب مقرر کیا گیا تھا یہی کام عہد نبوی میں بھی ہوتا رہا عہد صدیقی میں اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے میں اس ادارے تو بہت زیادہ ترقی کی اور بے شمار مستقل محتسبین مقرر کیے گئے۔ ادارہ حسبہ کے چار فرائض بہت اہم ہے نمبر ایک دینی واخلاقی فرائض نمبر دو معاشرتی و تمدنی فرائض نمبر تین اقتصادی فرائض نمبر چار قانونی فرائض۔ نفاذ عدل میں حسبہ کا بہت زیادہ کردار ہے یہ حقیقت ہے کہ حسبہ کا بنیادی مقصد افراد کی شخصی اور معاشرے کے اجتماعی معاملات میں عدل اسلامی کا قیام ہے۔

دیوان المظالم

دیوان المظالم کو اگر عدالت اپیل یا انتظامیہ عدالت کہا جائے تو غلط نہ ہوگا اس کا دوسرا نام ولایت المظالم ہے۔ اسان لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ولایت المظالم سے مراد یہ ہے کہ اپس میں ظلم کرنے والے ہر دو فریق کو زبردستی عدالت میں پیش کیا جائے اور اگر وہ پیش ہونے سے قطراتے ہیں تو انہیں ڈرا دھمکا کر انہیں عدالت میں پیش کر دیا۔ ولایت المظالم ادارہ حسبہ اور ادارہ شرطہ دونوں سے بالکل مختلف ہے اگر ولایت المظالم اور حسبہ کا اپس میں تقابل کیا جائے تو ان کے دو پہلو میں مشابہت ہے اور دو میں فرق ہے دونوں میں مشابہت یہ ہے کہ قوت واقتدار کے رعب ہوا ہیبت کے مظاہر اور کھلم کھلا ظلم اور ادوان کے معاملات کی سماعت دونوں کرسکتے ہیں جبکہ فرق کیا ہے فرق یہ ہے کہ ادارہ مظالم یا ولایت المظالم ان امور مقدمات کی سماعت کرتا ہے جن کی انجام دہی سے قاضی عاجز ہو چکا ہوتا ہے جبکہ ادارہ حسبہ ان معاملات سے تعلق رکھتا ہے جو بہت چھوٹے چھوٹے ہوں اور قاضی کی عدالت میں ان کا پیش کرنا

---

[18] ۔ابن الاخوۃ، معالم القربۃ فی احکام الحسبہ، مقدمہ

مناسب نہ ہو یہی وجہ ہے کہ والی یہ مظالم کا درجہ قاضی سے برتر ہے جبکہ حسبہ کی حیثیت قاضی سے فروتر اور اس کے تابع معاون کی ہے ادارہ مظالم کے سربراہ کو مقدمات کی سماعت اور فیصلے دینے کا پورا اختیار حاصل ہے جبکہ محتسب کو ایسا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔[19]

قاضی کی اہلیت کے لیے شرائط اور صفات

اسلامی ریاست کا بڑا ستون عدلیہ ہے عدلیہ کا ادارہ بہت عظیم ادارہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے پوری مملکت قائم رہتی ہے اگر ریاست میں عدلیہ کا ادارہ مفلوج ہو جائے تو پوری ریاست دھڑام سے گر جائے گی اس لیے شریعت مطہرہ نے عدلیہ کے سربراہ یعنی قاضی القضاء کے لیے کڑی شرائط رکھی ہیں اور بہترین اوصاف مقرر کیے ہیں۔ اس بارے میں فقہاء اربعہ کی رائے درج ذیل ہیں ۔

قاضی القضاء کے لیے درج ذیل صفات ضروری ہیں۔

- مسلمان ہونا، مکلف ہونا، آزاد ہونا، بینا ہونا، پہلے کبھی حد قذف نہ لگی ہو، بہرہ نہ ہونا، گونگا نہ ہو۔
- اس کے علاوہ مال کی نقطہ نظر سے قاضی القضاء کی درج زیل اوصاف ہونی چاہیے ۔
- عدل کا ہونا، مرد ہونا، سمجھدار ہونا، علم الفقہ سے واقف ہونا۔
- امام مالک رحمہ اللہ نے کسی شخص کا عادل ہونا کے لیے پانچ شرائط مزید رکھی ہیں اور وہ پانچ شرائط یہ ہیں۔
- عادل مسلمان ہو، مکلف ہو یعنی عقل بالغ ہو اور پاگل نہ ہو، آزاد ہو اور فاسق نہ ہو
- اس کے علاوہ امام شافعی رحمہ اللہ نے قاضی القضاء کے لیے کچھ اوصاف لازمی قرار دیے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں ۔
- مسلمان ہونا، مکلف ہونا یعنی عاقل بالغ اور دار سلام کا شہری ہونا، آزاد ہونا، مرد ہونا، عادل ہونا، سنتا ہو دیکھتا ہو، بول سکتا ہو، منصب قضا کی ذمہ داریاں نبھا سکتا ہو، مجتہد ہو۔
- ان کے علاوہ احمد ابن حنبل رحمہ اللہ نے قاضی القضاء کے لیے درج ذیل خوبیاں لازمی قرار دی ہیں۔
- کمال اہلیت ہو، عدالت ہو، اجتہاد ہو۔

امام احمد ابن حنبل نے کمال کی اہلیت کی دو قسمیں بتائی ہے ایک تو یہ کہ کسی شخص کو مکمل طور پر شرعی احکام کا پابند بناتا ہو دوسرے اس کا جسمانی طور پر عیوب سے پاک ہونا جہاں تک پہلی قسم کے کمال کا تعلق ہے اس کے لیے مزید چار چیزیں ضروری ہیں یعنی بالغ ہونا عاقل ہونا آزاد ہونا یعنی غلام نہ ہونا مرد ہونا اس کے علاوہ جہاں تک جسمانی کمال کا تعلق ہے تو اس کے لیے بھی چند چیزیں ضروری ہیں بولنے کی صلاحیت رکھتا ہو سننے کی صلاحیت رکھتا ہو دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔[20]

قاضی کی صفات کے بعد قاضی القضاء کی اہلیت کے لیے بنیادی شرائط پر امام ماوردی رحمہ اللہ نے بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے ان کے مطابق سات شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

نمبر:1 بالغ مرد

[19]۔ سید عبدالرحمن بخاری، اسلامی ریاست میں عدل نافذ کرنے والے ادارے، ص:26تا68

[20]۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، ادب القاضی، صفحہ 204 تا208

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

امام ماوردی کے مطابق جو شخص بلوغت تک پہنچ جائے اور وہ مرد بھی ہو تو وہ قاضی القضاء مقرر کیا جاسکتا ہے اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا ہے جس کی عمر بلوغت تک پہنچ چکی ہے لیکن وہ مرد نہیں عورت ہے تو اس بارے میں علمائے کرام اور فقہاء کا اختلاف ہے البتہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اور حدود اور قصاص کے مقدمات کو چھوڑ کر ہر معاملے میں فیصلہ دے سکتی ہے۔

نمبر2:ہوشیاری

سمجھدار ہو اور غفلت ونسیان سے محفوظ ہو۔ امام الماوردی رحمہ اللہ نے قاضی کی شرائط میں دوسرا جو اضافہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ قاضی القضا صاحب عقل ہو، عقل کے ساتھ ساتھ ہوشیار اور سمجھدار بھی ہو۔ اس کے علاوہ اعلیٰ خوبیوں کا مالک ہو یعنی اس کے اندر یہ صلاحیت ہو کہ صحیح اور غلط کی پہچان کر سکیں اور صاحب بصیرت ہو۔

نمبر:3 آزاد ہونا

امام ماوردی کے نزدیک قاضی مرد ہو، عاقل سمجھدار ہو اس کے ساتھ ساتھ آزاد بھی ہو یعنی کوئی غلام شخص جو ہے وہ قاضی القضا کے عہدے پر فائز نہیں ہو سکتا اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جو غلام ہوتا ہے وہ تو اپنے آقا کی خدمت گزار ہوتا ہے تو خدمت سے ان کو فرصت نہیں ملتی لہذا وہ ایسے میں دوسروں کی کیا خدمت کر سکے گا یا دوسروں کا بار کیسے اٹھا سکے گا۔

نمبر:4اسلام

امام الماوردی نے کاز القضا کے لیے ایک اہم شرط یہ رکھی ہے کہ جس شخص کو قاضی القضا کے عہدے پر تعینات کیا جائے گا وہ مسلمان ہو لیکن ان کے نزدیک یہ شرط تب پائی جاتی ہے جب دو فریقین مسلمان ہوں تو ان کا قاضل قضا مسلمان ہونا ضروری ہے غیر مسلم کے لیے انہی میں قاضی مقرر کیا جا سکتا ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے ہے اس بارے میں امام ماوردی کی بھی اپنی رائے ہے اور وہ ہ ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلم قاضی مقرر نہیں کیے جاسکتے۔ اس بارے میں امام ماوردی رحمہ اللہ نے یہ وضاحت کر دی ہوئی ہے کہ مسلمان سلاطین اکثر اوقات غیر مسلموں کے مقدمات کو نپٹانے کے لیے غیر مسلم قاضی القضا کا تعینات تعین کرتے تھے وہی ان کے مقدمات طے کرتے تھے اور اگر کسی غیر مسلم کو اپنے ہی قاضی القضاء پر اعتراض ہوتا تو وہ مقدمہ مسلم قاضی کی عدالت میں بھجوا دیا جاتا کیونکہ حقیقت میں قوت تنفیذ مسلم قاضی القضا کے پاس ہوتی تھی اور وہی فیصلہ پھر نافذ العمل ہوتا تھا۔

نمبر:5 عدالت کی صفت سے متصف ہونا

امام الماءوردی نے فاضل قضا کے لیے صفت عدالت سے متصف ہونا لازمی قرار دیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قاضی القضا سچ گو ہو امانت دار ہو اور دیانت کا پاس رکھنے والا ہو نیک سیرت ہو اور اس کے کردار پر کوئی داغ نہ ہو جذباتی نہ ہو غم ہو یا خوشی ہو ہر قسم کے حالات میں معتدل رویہ اختیار کرنے والا شخص ہو اور اس کی عام شہرت اچھی ہو۔ یعنی ایسا شخص جس کی پوری زندگی میں صفت عدالت ہو، حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔

نمبر:6 سلیم الاعضاء ہونا

امام ماوردی کے مطابق قاضی القضا کا سلیم الاعضاء ہونا بھی ایک ضروری شرط ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قاضی کے تمام جسمانی اعضاء درست اور سلامت ہو، خاص طور پر سننے اور دیکھنے کی صلاحیت درست ہو کیونکہ اس کے ذریعے سے طالب اور مطلوب دونوں کی پہچان ہو سکتی ہے اگر قاضی کے اندر سننے اور دیکھنے کی صلاحیت متاثر ہو تو قاضی کی ولایت باطل ہو جائے گی امام ماوردی کے نزدیک تمام اعضاء یعنی ہاتھ اور پاؤں کا بھی سلامت ہونا ضروری ہے۔

نمبر:7 شرعی علوم کا عالم ہونا

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3 No.4 2025
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

امام الماوردی کے نزدیک قاضی القضاۃ کے لیے شرعی علم کا ہونا ضروری ہے اور یہ بہت بڑی شرط ہے۔اس کا آسان لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ قاضی القضاء شریعت کے اصول اور جزیات کا علم رکھتا ہو اور اصول الاحکام پر عبور ہو اور شریعت میں اصول الاحکام چار ہیں یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اجماع امت اور قیاس۔امام ماوردی کے نزدیک قاضی القضاۃ کے لیے اصول الاحکام شرع یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس کے بارے میں پوری مہارت حاصل ہو۔اور اگر کوئی ایسا شخص ہے جو ان اصول اربعہ سے بالکل نابلد ہے تو یہ شخص نہ تو اجتہاد کر سکتا ہے نہ مقدمات کا تصفیہ کر سکتا ہے نہ ہی ایسا شخص مفتی بن سکتا ہے لہذا ایسا شخص قاضی القضا بھی مقرر نہیں کیا جائے گا اور اگر ایسا شخص کہیں فیصلہ کر بھی دے تو ان کے فیصلے باطل قرار دیے جائیں گے۔[21]

عدلیہ کے اصلاح طلب پہلو

گو کہ اسلامی ریاست کا دوسرا بڑا استون عدلیہ بہت اہمیت کا حامل ہے جتنی اس کی ذمہ داری زیادہ ہے اتنا ہی یہاں بد عنوانی اور خرابی کا اندیشہ زیادہ رہتا ہے اس لیے یہاں چند نکات بیان کیے جاتے ہیں جن کی طرف دھیان کرنا بہت ضروری ہے وگرنہ عدلیہ کا نظام ٹھپ ہو کر رہ جائے گا۔ چونکہ یہ عدلیہ کا کام افراد کو عدل وانصاف بھیا کر دینا ہے اس سلسلے میں عدلیہ غیر جانبداری کا ثبوت دے گا اب اگر عدلیہ کا مقننہ اور عامل کے اختیار سے ازاد نہ ہو تو عدلیہ کبھی بھی ازادی کے ساتھ اپنے فیصلے نہیں سنا سکتی اس لیے ضروری ہے کہ عدلیہ کو مقننہ اور انتظامیہ دونوں کے چنگل سے آزادی دی جائے نمبر دو عدلیہ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عدالتی نظر ثانی کا اختیار رکھتی ہو تاکہ ریاستی ادارے مقننہ اور عملہ کے اپنے حدود سے تجاوز نہ کر سکے اور عدلیہ کو چاہیے کہ وہ حاملہ کو اپنے حکم کا پابند بنائے تاکہ املہ کے ہر فعل پر نظر ثانی کی جا سکے اس بارے میں عدلیہ جو بھی فیصلہ دے مجلس عاملہ اس کو من وقبول کرے اور اس پر عمل کرے بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایسا مقدمہ عدالت میں اجاتا ہے کہ جس کے بارے میں واضح کوئی قانون نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں عدالت کو یہ بھی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ جس منہج سے اس مقدمے کو حل کرتے ہیں اور فیصلہ سناتے ہیں ساتھ پوری وضاحت اور تشریح بھی کریں تاکہ عدل وانصاف کی فراہمی تمام لوگوں کے لیے ممکن ہو سکے اس کے علاوہ جس طرح لیا کا فرض ہے کہ وہ ہر شہری کو اس کی دہلیز پر انصاف فراہم کرے اور بلا معاوضہ انصاف فراہم کرے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ عدلیہ کے ججوں کو مناسب تنخواہیں اور مراعات دی جائیں تاکہ یہ لوگ کسی بھی بدنوانے کا شکار نہ ہو سکے اس کے علاوہ عدل انصاف کو یقینی بنانے کے لیے اور اسان بنانے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جج قانون پر اتنا بھی حاوی نہ ہو جائے کہ وہ کسی بھی قانون کی تشریح اپنے من کے مطابق کر سکے اور ساتھ ہی جج کے اندر یہ خوبی اور صلاحیت ہو کہ وہ بیانات اور شہادت سن کر درست فیصلہ دے سکے وہ جذبات میں اکر کوئی فیصلہ نہ دے اور نہ ہی کسی پر اثر انداز ہونے دے۔ انصاف کو دور دراز تک پہنچانے کے لیے ضروری ہے کہ عدالتوں کی تعداد علاقائی سطح پر زیادہ سے زیادہ کی جائے تاکہ ہر شہری کو اس کی دہلیز پر انصاف مل سکے اور کوئی مقدمہ پینڈنگ نہ رہے زیادہ سے زیادہ مقدمات کو علاقائی سطح پر تقسیم کیے جائیں اور علاقائی عدالتوں کو حکم دیا جائے کہ وہ جلد از جلد ان مقدمات کو نپٹائیں۔عدالتوں کو چاہیے کہ کیس سٹڈی اس انداز میں مرتب کر لیں کہ اس کا فیصلہ جلد از جلد ہو سکیں اور زیادہ سے زیادہ تاریخ نہ دی جائیں تاکہ فیصلہ کمزور نہ پڑ جائے اور گواہان کو ہر طرح کی مکمل ازادی دی جائے اور شہادتوں کے لیے جدید سائنسی طریقے اختیار کیے جائیں۔

[21]۔الماوردی، الاحکام السلطانیہ جلد نمبر ایک صفحہ 110 تا 112